یونانی ادب میں طلسمانوی (Fantastic) عناصر

ڈاکٹر سلیم سہیل (محمد اقبال(

ABSTRACT:

The strangeness and imaginative flair of fantasy have always appealed very strongly to human beings right from the beginning of the recognizable history. Gilgamesh from ancient Mesopotamia is an outstanding example. This article focuses an ancient Greek literature where we can find splendid notion of fantastic elements. A brief look is taken at the works of Homer, Apollonius, Lucian and Aristophanes. Each of these writers deals with fantastic events from different points of view.

ادب میں بعض کتا بیں ایسی ہوتیں ہیں۔ جو زمانی اور زمینی حدود سے ماورا ہو کر ہر عہد کی آواز بن جاتی ہیں۔ ہومر کی اوڈیسی(Odyssey) ، ورجل، اینیڈ(Aeniad))، ارسطو بو طیقا Poetics))، ملٹن، پیراڈائز لا سٹParadise lost)) ، شیکسپیئر، ہیملٹ(Hamlet) ، گوئٹے، فاؤسٹ (Faust)، ٹا لسٹا ئی، وار اینڈ پیس(war and peace)، جیمز جوائس، یو لی سسUlysses)) ۔ مشرق شعر یا ت میں مثنو ی مو لا نا روم، فرید الدین عطار (منطق الطیر) سعد ی (گلستان و بو ستان) دیوان غا لب کو ان کتا بو ں میں شما ر کیا جا تا ہے۔ ان میں اور کتابیں شامل کی جا سکتی ہیں مگر ہمیں صرف ہومر کی اوڈیسی سے علاقہ ہے جو دانش عالم کا منبع و مآخذ ہے۔

اُردو ادب میں اس کے مکمل ترجمے کا اعزاز معتبر مترجم، شا عر اور نقاد محمد سلیم الر حمن کو حا صل ہے۔

جہاں گرد کی واپسی (Odyssey)) کے ترجمے سے ظا ہر ہوتا ہے کہ اس میں مختلف انگر یزی متن سامنے رکھے گئے ہیں۔ ان میں ڈاکٹر ای۔ وی۔ ریو E.v.Reiu)) ڈبلیو۔ ایچ۔ ڈی راؤز (W.H.D Rouse)اور ڈی۔ایچ لارنس(D.H.Lawrence) کے تر جمو ں کے شو ا ہد ملتے ہیں۔ ترا جم کا تقا بلی طوا لت ہو گا۔ جہا ں گرد کی وا پسی 1964ء میں پہلی مر تبہ مکتبہ جدید، لاہو ر سے چھپی۔ یہ یونا ن کا سب سے پُرانا ادبی متن ہے۔ اگر اس سے پہلے کو ئی متن تھا، وہ اب نہیں ملتا۔ لیکن دونو ں نظمو ں اور ڈیسی (odyssey) اور ایلیڈ(iliad) میں جو شعری پختگی ملتی ہے وہ ثا بت کر تی ہے کہ پہلے سے یونانی زبان میں کوئی پختہ ادبی روایت مو جو د ہو گی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے قلم بند کرنے کی نو بت نہ آئی ہو۔

جہاں تک ہو مر کی شخصیت کا تعلق ہے۔ اس بارے میں نا قد ین کی آرا میں ا ختلاف پا یا جا تا ہے۔ کچھ نقادوں کا خیال ہے کہ ہو مر نا م کا کو ئی شخص مو جو د ہی نہیں تھا۔ یہ ایک متھMythہے جو سا لو ں سے چلی آرہی تھی۔ مگر بعض نقاد دونو ں کہانیو ں کے منطقی ربط سے اخذ کر تے ہیں

کہ یہ فردِ واحد کی کوشش ہو سکتی ہے۔ یہ کہنا کہ ہومر اندھا گو یا تھا محض اٹکل پچّو لگتا ہے۔ متن کی جذئیا ت میں مظا ہر کی ناگو نی ہومر کی بصارت کی دلیل ہو سکتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جہاں گرد کی واپسی، مردم شناس شہزادے اودسیو س کی اتھا کا میں وا پسی کی داستان ہے۔ یو نانیو ں کی ٹرائے کے مقا م پر طو یل جنگ، جو دس سال کو محیط رہی۔ اودسیوس اُس میں موجود تھا۔ایلیڈرزمیہ داستان ہے جب کہ اوڈیسی جلا وطنی کا قصہ۔

ٹرا ئے کو تباہ ہوئے نو بر س بیت گئے۔ اودسیوس کے علاوہ باقی یو نا نی سر داروں میں کچھ مارے گئے اور کچھ واپس وطن آگئے۔ اودسیوس ا تھا کا کا سردار تھا اُس کی طو یل غیر موجودگی میں وہا ں کے سر دار اُس کی بیوی پینے لو پیا کے سرَ ہو گئے اور شادی کر نا چاہی۔ پینے لو پیا یہ کہہ کر ٹا ل دیتی کہ وہ اپنے شو ہر کے باپ کے لیے شا یانِ شان کفن بُننے میں مصروف ہے۔ فراغت پر سو چے گی۔ پینے لو پیا نے اپنی بصیرت سے چار سال گزار لیے کیو نکہ دن بھر وہ جو بُنتی رات کو اُد ھیڑ دیتی۔ شہزادے، اودسیوس کے محل میں اُس کے مال پر عباشی کرتے۔ اودسیو س کا بیٹا تیلما خوس باپ کا اتاپتا لینے ہیلین کے پاس گیا تو شہزادوننے اُس کو راستے میں ہی ٹھکانے لگا نے کا منصوبہ بنایا جو نا کام رہا۔

اودسیوس سات سال سے کالپسودیوی کے جزیرے میں تھا۔ دیو ی جو اُس پر عاشق تھی۔ آخر کارزیوس کے حکم پر اسے آزاد کر دیتی ہے۔ وہ کشتی بنا کر فا ئیا کوی (جزیرے میں رہنے والا قبیلہ) کے با دشاہ کی بیٹی کے پاس پہنچتا ہے۔ جہاں اس کی خاطر مدارت ہوتی ہے۔ وہا ں اودسیوس نے بتا یا کہ وہ کون ہے اور اُس پر کیا بیتی، کیسے اُس نے آدم خو ر کو کلوپس کی آنکھ پھوڑی۔ کر کی کے جزیرے سے کیسے بچا اور دیوتاؤنکی مدد سے اُس کو زیر کیا۔ سال بھر اُس کے پاس رہا۔ اُس کے کہنے پر تیرے سیاس کے پر چھانویں سے ملا جس نے واپسی کی راہ سجھائی۔ واپس آتے میرے دوستوں نے سُورج دیوتا کے قہر کو آوازدی اور اُس کے مویشی کاٹ کھائے۔ سب مارے گئے اور میں اکیلا بچا۔

فائیاکو یو ں نے داستان سُن کر بہت سے تحائف دے کر اودسیوس کی واپسی کا سامان کیا۔ اودوسیوس نے بوڑھے فقیر کا رُوپ دھار کر اپنے بیٹے تیلماخوس اور دو وفادار ملازموں کی مدد سے صف آراہو کر خواستگاروں کو ما ر ڈالا۔

دونوں نظموں کے آخر میں باپ بیٹا ایک دوسرے کے لیے آنسو بہاتے نظر آتے ہیں۔ یہ رزمیہ غالباً 1000قبل مسیح کے قریب لکھا گیا جس میں جنگ اور جلاوطنی کا سبق موجو د ہے۔ ہم کیسے مہذب ہیں؟ جو کئی سو سال بعد پھر جنگو ں کی گرفت میں ہیں اور واپس مڑ کر اس اسطورے سے سبق نہیں سیکھتے۔

Argonautica یونانی ادب کی وہ شاہکار نظم ہے جس میں طلسمانہ (Fantasy) کے حامل اثرات کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اس نظم کی اہمیت و افادیت اس اعتبار سے بھی زیادہ ہے کہ اس میں قدیم یونانی ادب کی خصوصیات سے واقفیت کا موقع ملتا ہے۔ اپولونیوس، جو اس نظم کا شاعر ہے، بنیادی طور پر ایک ایپک نگار ہے۔ اپولونس کے حالات زندگی کو دیکھا جائے تو یہ نہ صرف ایک

شاعر اور سکالر تھا بلکہ لائبریرین کی حیثیت سے سکندریہ کے کتب خانے کی سربراہی کا کام بھی سرانجام دیتا تھا۔

جہاں تک اس نظم'' ارگو نائوتی کا ''کا تعلق ہے اس میں طلسمانہ کے اثرات نمایاں ہیں:

'' چار کتابوں پر مشتمل ''ارگونائوتی کا ''میں یاسون اور اس کی حیرت افزا مہم کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ مصرعوں کی تعداد تقریباً چھ ہزار ہے۔ قصے کے اجزا تو منتشر حالت میں اوروں کے ہاں بھی مل جاتے ہینلیکن اسے مکمل طور پر بیان کرنے کا سہرا اپولونیوس کے سر ہے۔ '' (۱(

یہ نظم ایک مہم سے متعلق ہے اور وہ مہم طلائی اون کو حاصل کرنے کی مہم ہے۔ شاعر نے اس سر گرمی کو نہایت دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔ اس انداز میں یہ پتا لگانا مشکل ہو جاتا ہے کہ حقیقت کی سرحدینکہاں ختم ہوئیناور تخیل کی کارفرمائی کہاں سے شروع ہوئی۔ یہ مہمJason اور اس کے ساتھیوں کی حرکات و سکنات سے تکمیل پاتی نظر آتی ہے۔ اس نظم کی اہم خوبی یہ ہے کہ اس سے ہم یونان کے مقامی مزاج سے واقفیت حاصل کر تے ہیں۔ اس نظم میںJason انسانوں کا ایسا نمائندہ ہے جس میں انسانی کمزوریاں بہت زیادہ ہیں۔ اس کی ذات بشریت کے تقاضوں کے تحت غلطیوں سے مبرا نہیں جبکہ دوسرے کردار بزعم خودنیک طینت ہیں۔اس میں یونان کی لوک دانش کی جھلکیاں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ باقی کتابوں کے برعکس جس میں انسانی اعمال غیبی طاقتوں کے زیر سایہ سرانجام ہوتے ہیں۔ اس نظم کا مزاج مختلف ہے۔ اس میں خدائوں کا عمل دخل کم ہے۔ انسان اپنی صلاحیتوں پر اعتماد کرتے نظر آتے ہیں۔یہ نظم تعقل اور منطق پر مبنی ہے۔ ایسا ہر گز نہیں کہ آپ کو یہ نظم پڑھتے ہوئے سر پیر ہی نہ ملے۔ بہت کچھ فطری انداز میں سامنے آتا ہے۔ جنسی تعلقات معتدل ہیں۔ ایسانہیں کہ مرد کے تعلقات مرد سے اور عورت کے جنسی تعلقات عورت سے بتائے گئے ہوں۔

اس نظم میں محبت کی داستان کا حصہ نہایت عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ ہومر کی نظموں سے بالکل مختلف نظم ہے۔ ایسا بھی نہیں کہ اپولونیوس کے سامنے ہومر کا ماڈل نہ ہو۔ بس اس کی نظم ہومر کی نظموں کی طرح طویل نہینہے۔ اس کی طوالت 6000لائنوں سے کم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بوطیقا میں ارسطو نے نظم کے بارے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کے مطابق نظم کو اتنا ہی طویل ہونا چاہیے کہ وہ ایک نشست میں پڑھی جا سکے:

''ارگونائوتی کا ایک سطح پر ان اردو داستانوں سے مشابہہ جن میں طلسمات کا ذکر آتا ہے۔ اژدہے کے دانتوں کا بویا جانا، ان سے سورمائوں کا اگنا اور یاسون کاان سے لڑنا، عین مین طلسمی مرحلہ ہے۔ داستانوں میں بھی، میدیا ہی کی طرح، کوئی نہ کوئی حسین اور نوخیز جادو گرنی طلسم کشا پر عاشق ہو جاتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ داستانی ادب میں، جو دراصل سننے سنانے سے تعلق رکھتا تھا، قصہ گوئی کے بعض بہت ہی پرانے پیرائے، ہزاروں سال سے، راوی بہ راوی منتقل ہوتے آئے ہیں۔ '' (۲(

قدیم نقاد اپولو نیوس کے کام پر زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے۔ آج کا نقاد اپولونیوس کے کام کو زیادہ قدر کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس نظم پر ہومر سے زیادہ ورجل کے اثرات غالب ہیں۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ شاید یہ متن قدیم ادب کو سمجھنے میں زیادہ مدد کر سکے۔

لوکیا نوس بھی یونان سے تعلق رکھتا ہے۔ لوکیانوس کی شہرت کا بنیادی حوالہ طنز نگار اور طلسمانہ نگار کا ہے۔ لوکیانوس اپنے اس طلسمانہ میں پرانے خدائوں پر طنز کرتا ہے۔ لوکیانوس نے اپنی فکر کا اظہار مکالمات کی صورت میں کیا ہے:

’’لوکیا نوس کی تصانیف میں سب سے اہم مقام طنزیہ مکالمات کو حاصل ہے۔ ان آب دار مکالموں میں اس کے کمالات اپنے عروج پر نظر آتے ہیں۔ ان میں سے اکثر میں کلبی فلسفی، مے نپوس کو، جسے لوکیا نوس کا معنوی استاد سمجھنا چاہیے، شریک گفتگو دکھایا ہے۔‘‘ (۳(

لوکیانوس کے مکالمات Dialogues of gods کے عنوان سے سامنے آئے ہیں۔ لوکیانوس کے یہ مکالمے افلاطون کے مکالمات سے ماخوذ ہیں۔ ان مکالموں کی جزئیات کو دیکھا جائے تو اس میں وہ خدا سے مکالمہ کرتا ہے۔ گزری روحوں سے مکالمہ کرتا ہے:

’’مردوں کے مکالمے‘‘، جو تعداد میں تیس ہیں، سب سے عمدہ ہیناور انہیں لوکیا نوس کا شاہ کار سمجھا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔‘‘ (۴(

لوکیانوس پرانے مذاہب کا مذاق اڑاتا ہے۔ وہ انسانی کمزوریوں اور تفاخر کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے۔ طاقتوں کی بیکاری لوکیانوس کا موضوع ہے کہ کس طرح مذاہب انسانی زندگیوں کو پرانے گھیرائو میں لیے رہے۔ قدیم زمانوں میں زبان کے ان احساسات کو لوکیانوس علامتونکے ذریعے سمجھانے کی کوشش کر تا ہے۔ خدائوں کے ساتھ تضحیک کے ان تصورات کو لوکیانوس لوگوں میں عام کرنا چاہتا ہے۔

روحوں کے ان خطابات سے لوکیانوس کا مقصد زندگی کو سمجھنا ہے۔ زندگی کی سچائیوں سے واقفیت حاصل کرنا لوکیانوس کی زندگی کا بڑا مقصد ہے۔ لوکیانوس کے مکالمات گزرے ہوئے زمانوں سے دانش اور بصیرت اخذ کرنے کے حوالے سے ہیں۔ لوکیانوس کا مقصد طنز میں اصلاح کا پرچار کرنا ہے۔ لوکیانوس طنز برائے طنز نہیں کرتا بلکہ طنز برائے اصلاح کے اعتبار سے اپنی فکر کو عام کرناچاہتا ہے۔ لوکیانوس کے مکالمات قدیم یونان سے تعارف کا بھی ایک وسیلہ ہیں:

’’اس کی شوخ و شنگ تحریروں کا ذراغور سے جائزہ لیا جائے تو ان میں یونانی ادب کی عظمت رفتہ کے لیے گہرے احترام کی ایک زیریں رو دکھائی دیتی ہے۔‘‘ (۵(

ارستوفانیس بھی یونانی ڈراما نگا رہے جس نے چالیس کے قریب کمیڈیاں لکھیں:

’’ارسطوفانیس نے کوئی چالیس ڈرامے لکھے جن میں سے گیارہ دستیاب ہیں۔‘‘ (۶(

اس کے ہاں تجریدیت کا عنصر بہت زیادہ ہے۔ کہیں بھی وجہ اور سبب کا پتا نہینچلتا۔ اس لیے ارستو فانیس طلسمانہ کے بہت قریب ہے۔ جدید طلسمانہ کے حوالے سے ارستوفانیس کے کام کے تین حصے ہیں۔

1. Realistic topical satire
2. Paradise of myths
3. Dreams

پہلا حصہ حقیقت کے تھوڑا قریب ہے جبکہ اس کے بر عکس باقی دو حصوں میں تجریدیت کا عنصر غالب ہے۔ اس حصے کامطالعہ کرنے کے بعد پتا چلتا ہے کہ حالیہ زندگی جو ہم بسر کر رہے ہیں اس میں متھ کا حصہ زیادہ ہے۔ اس عنصر کو ایک پیروڈی کے ذریعے دکھایا گیا ہے۔

Birdsایک پیروڈی ہے جس میں مذہب کو طنز کا نشانہ بنایا گیا ہے:

’’پرندے‘‘ ارستو فانیس کا واحد طربیہ ہے جو لکھا تو جنگ کے دوران میں گیا لیکن جس میں جنگ کا ذکر نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسے چاہے خیالی پلائو سمجھ لیا جائے یا حقائق سے فرار مگر یہ مانے بغیر چارا نہیں کہ ارستو فانیس کا فن یہاں اوج پر ہے۔’’پرندے‘‘شعر گوئی پر اس کی مکمل دسترس اور اس کے تخیل کی اعجوبگی کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔‘‘ (۷(

اس میں ایتھنز کی مملکت کی تاریخ لکھی گئی ہے لیکن تاریخ کے اس بیانیے کے لیے طنز کا سہارا لیا گیا ہے۔ اس پیروڈی میں وہ اپنی چھوٹی سی دنیا تخلیق کرتا ہے۔ اس خیالی دنیا کی تخلیق میں وہ انسانی تاریخ اور مذہب کا مذاق اڑاتا نظر آتا ہے ڈائی نی سس اس تلاش میں ہے کہ کوئی اس کے بارے میں کہانی لکھے۔ارستو فانیس کا ترجمہ کرنا آسان ہرگز نہیں ہے کیوں کہ اس کی نثر بہت گنجلک اور پیچیدہ ہے۔ تلمیحات میں رکاکت اور پھکڑ پن پایا جاتا ہے۔بعض جگہوں پر ارستوفانیس فحش ہو جاتا ہے۔ ارستو فانیس ہمیں بتاتا ہے کہ یونانی طلسمانہ کے بارے میں کیا سمجھتے تھے۔ جدید طلسمانہ میں ارستو فینس تجریدیت کی اہمیت پر زور دیتا ہے:

’’وہ کرداروں کے جسمانی اور نفسیاتی خدو خال اجاگر کرنے پر توجہ نہیں دیتا۔ تمام کردار بھد خاکے[CARICATURE] معلوم ہوتے ہیناور متحرک کارٹونوں میں نظر آنے والی ان بونگی کڈھنگی صورتوں جیسے جنہیں ہمیشہ ایک سا دکھایا جاتا ہے۔‘‘ (۸(

حوالہ جات:

)۱(محمد سلیم الرحمن، مشاہیر ادب [یونانی دور]، لاہور: قوسین، ۱۹۹۲ء، ص ۱۹

)۲(ایضاً، ص ۲۵

)۳(ایضاً، ص ۳۷۶

)۴(ایضاً، ص ۳۷۷

)۵(ایضاً، ص ۳۷۸

)۶(ایضاً، ص ۱۳

)۷(ایضاً، ص ۴۱

)۸(ایضاً، ص ۵۴

/....../